﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ
وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف: ۱۰۸)
اسالیبِ دعوت
انبیائے کرام کی سیرت کے تناظر میں
مرتب:
محمد عاطف سنابلی
صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

مرتب:
محمد عاطف سنابلی

صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

نام کتاب : اسالیبِ دعوت : انبیاءکرام کی سیرت کے تناظر میں

مرتب : محمد عاطف سنابلی

کمپوزنگ : محمد شعیب الرحمن (صوبائی جمعیت ممبئی)

طباعت : A1 گرافکس اسٹوڈیو

صفحات : 72

ایڈیشن : پہلا

سنہ اشاعت : صفر ۱۴۴۰ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۸ء

تعداد : ایک ہزار

ناشر : صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی:

14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ)

ممبئی-400070۔ ٹیلیفون: 022-26520077

- جامع مسجد اہل حدیث:

واجد علی کمپاؤنڈ، خیرانی روڈ، ساکی ناکہ، ممبئی-400072

موبائل نمبر: 9167072053

فہرست

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين، والسلام والصلاة على أشرف الأنبياء والمرسلين، وبعد:

دعوت اِلی اللہ ایک مقدس فریضہ اور مبارک مشن ہے جس کے اولین حاملین اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بعد اللہ کے برگزیدہ بندے انبیاء علیہم السلام ہیں، جنہوں نے اس مشن اور فریضہ کو اللہ کی جانب سے عطا کردہ اپنی خاص بصیرت، حکمت، فراست اور موہوب صلاحیتوں کے ذریعہ انجام دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مشن اور فریضہ کی ادائیگی میں وہ انسانیت کے آئیڈیل اور اسوہ ہیں، رہتی دنیا تک زمان ومکان کی قید کی بغیر تمام دعاۃ، علماء، مصلحین، اور مربیان ومرشدین اس مشن کی کما حقہ ادائیگی میں انبیاء ورسل علیہم السلام کے علم، تقویٰ، اخلاص وللٰہیت، قول وگفتار، عملی زندگی، انداز تخاطب، مدعوین کے ساتھ تعامل، پیش آمدہ مشکلات ومصائب اور ایذارسانیوں پر صبر، پیغام الٰہی کی تبلیغ میں ان کے اسالیب وانداز کے محتاج ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے چنندہ اور منتخب کردہ براہ راست مبلغین اور داعیان ہیں، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: (**اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ**)(الانعام:۱۲۴)، نیز ارشاد ہے: (**بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ**) (المائدۃ:۶۷)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرماتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا: ''**اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ**...''۔

فی زمانہ دعوت کے جذبے سے کام کرنے والوں کی کمی نہیں، بلکہ آئے دن داعیان اور دعوتی مراکز کی بہتات ہوتی جارہی ہے، لیکن افسوس کہ ان میں عام طور پر نبوی اسلوب وطریقہ دعوت کے بجائے دیگر اسالیب وطرق بروئے کار لائے جاتے ہیں اور ارادی یا غیر ارادی طور پر نبوی اسلوب دعوت اور طریقۂ تبلیغ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے برادر عزیز شیخ محمد عاطف سنابلی سلمہ اللہ کو، جنہوں نے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر اہتمام منعقدہ دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ و دعاۃ و مدرسین کے موقع پر "اسالیب دعوت: سیرت انبیاء کی روشنی میں" کے عنوان سے نصوص کی روشنی میں اہم اور قیمتی معلومات اس رسالہ میں جمع فرمائی ہے، یہ رسالہ اس موضوع پر مختصر مگر اہم رسالہ ہے، جو میدان دعوت کے افراد کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا، ان شاء اللہ۔ بنا بریں امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ نے رسالہ کی اہمیت کے پیش نظر دورہ کی مناسبت پر شعبہ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے اس کی اشاعت کا فیصلہ فرمایا، اللہ تعالیٰ ان کی گوناگوں علمی و دعوتی کوششوں کے ساتھ اس کوشش کو بھی شرف قبولیت سے نوازے، اور اس رسالہ کو عوام وخواص بالخصوص میدان دعوت کے کارکنان کے لئے مفید اور نفع بخش بنائے، اور صوبائی جمعیت کے جملہ معاونین کو جزائے خیر سے نوازے، (آمین)۔

آپ کا دینی بھائی

عنایت اللہ حفیظ اللہ سنابلی مدنی

نگراں شعبہ نشر واشاعت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۱۷/اکتوبر ۲۰۱۸ء (ممبئی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين أما بعد!

دعوت الیٰ اللہ بنیادی طور پر ایک عظیم ترین عمل، پاکیزہ عبادت اور سب سے عمدہ مشن ہے، بندوں کو اس کے دین کی طرف بلانا، انہیں نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا امت مسلمہ کا فریضۂ منصبی ہے، دعوت الی اللہ، تبلیغ دین، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور شہادتِ حق اس کی مختلف تعبیریں ہیں، یہ درحقیقت انبیائی مشن ہے، اللہ کے تمام پیغمبروں نے یہ ذمہ داری ربانی ہدایات اور رحمانی اصولوں کی روشنی میں انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق بحسن وخوبی انجام دیا، اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے بعد یہ فریضہ آپ کی امت بالخصوص وارثین انبیاء علماء کرام پر عائد ہوتی ہے، دراصل دعوت دین کا مقصد پوری انسانیت کو غیروں کی عبادت و بندگی اور ادیان باطلہ کے ظلم وجور سے نکال کر رب واحد کی عبادت و بندگی اور اسلام کے دامن عدل و امن کی طرف لانا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی اہم ذمہ داری اور اتنے عظیم عمل کے لئے کون سا اسلوب اور طریقہ سب سے مؤثر ومفید ہوسکتا ہے؟۔

تو اس کا جواب بڑا آسان اور اصولی ہے، دعوت الی اللہ کا اسلوب اور طریقہ انبیاء کے طریقہ ومنہج کے مطابق ہونا چاہئے، جنہوں نے رب کریم کی ہدایت ورہنمائی اور وحی الٰہی کی روشنی میں اپنے کار دعوت اور فرض منصبی کو انجام دیا ہے، جس کی پیروی امت کے

اسلاف نے کی ہے، اور انہوں نے اس اہم ترین فریضہ اور انسانیت تک ربانی پیغام اور رحمانی اصولِ زندگی کی تبلیغ کے لئے انبیاء کرام کے طریق دعوت اور ان کے اسالیب کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا، جس کے نتیجہ میں وہ اپنے مشن میں کامیاب رہے، اور یہی اسلوب دعوت، طریقۂ تعلیم و تربیت اور منہج اصلاح وتعمیر ملت قیامت تک کے دعاۃ، مربیان و مصلحین، طلبۃ العلم اور کارکنانِ دعوت و اصلاح کے لئے محفوظ اور عمدہ نمونہ ہے۔

اس کے برعکس دنیا میں بہت ساری تنظیمیں، تحریکیں، دعوتی وتبلیغی جماعتیں معرض وجود میں آئیں، انہوں نے بڑے سوزِ جگر اور دردِ دل کے ساتھ انسانی آبادی کی دنیوی واخروی سعادت ونجات کا بیڑہ اٹھایا، اور کام کیا، لیکن اپنے اصلاحی، دعوتی، تبلیغی، اور تربیتی مشن میں اللہ کے منتخب ومختار گروہ، مقدس و پاکباز جماعت اور تاریخ دعوت کی عظیم ترین مثالی ہستیاں جماعت انبیاء کرام کے طریقہائے دعوت اور اسالیبِ اصلاح وتعمیر کو نہیں اپنایا، اور نہ ہی ان کے نمونوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا، جس کی وجہ سے وہ اپنے مشن میں مرادو مرام کی منزل سے محروم رہ گئے۔

یہ ہمارے ایمان اور عقیدہ کا جزء اور حصہ ہے کہ انبیاء کرام ہمارے لئے تمام شعبہائے حیات میں بالخصوص میدان دعوت میں اسوۂ اور قدوہ ہیں، تاریخِ دعوت میں ان کی حیثیت اولین معیار کی ہے، لہذا دعوت الی اللہ کا کوئی بھی کام جو ان کے منہاج سے متصادم ہے، قابل قبول نہیں ہوگا، اور دعوت اسلامی نہیں کہا جائے گا، تاریخِ دعوت میں داعیان الی اللہ (انبیاء کرام) کے اسالیب وتجربات کی حیثیت روشنی کے میناروں کی طرح ہے، دعوت الی اللہ کے کارکنوں نے ہر دور میں حق وصداقت کے لئے شاندار مثالیں قائم کی ہیں، جو بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے رہنمائی کا کام دیتی ہیں،

دعوت الی اللہ کی تاریخ طویل بھی ہے اور صبر آزما بھی، اس کی حیثیت ایک کہکشاں کی ہے، جس میں لاتعداد ستارے چمک رہے ہیں، تاریخ دعوت کا نقطۂ آغاز انبیاء علیہم السلام کی شخصیات ہیں، جو سورج چاند کی طرح چمک رہی ہیں، انبیاء علیہم السلام اس دنیا کی وہ نورانی شخصیتیں ہیں، جو انسانی زندگی کا معیار ہیں، انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں خیر کو عام کرنے اور شر کو مٹانے کے لئے شاندار مساعی کی ہیں، ان کی بنیادی حیثیت داعی الیٰ اللہ کی ہے، چونکہ تمام برائیوں کی جڑ اللہ تعالیٰ کے متعلق لاعلمی اور غلط فہمی اور اس سے غفلت اور دوری ہے، اس لئے ان حضرات کا اولین کام انسانوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف بلانا تھا، تمام الہامی مذاہب میں بالعموم اور اسلام میں بالخصوص ان شخصیتوں کے تذکرہ کو اہمیت دی گئی ہے، ان کے حالات و واقعات میں عبرت و نصیحت اور موعظت و اصلاح کے بہت پہلو ہیں، جنہیں اہل فکر و نظر اور ارباب عمل و اخلاق پیش نظر رکھ سکتے ہیں، اور اپنے لئے مشعل راہ اور نشان منزل بنا سکتے ہیں، حضرات انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں دعوت الیٰ اللہ کے لئے ہمیشہ اسوۂ حسنہ رہیں گی۔

دعوت کے اسالیب اور طریقوں کی اہمیت کے پیش نظر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی کے دورۂ تدریبیہ (۲۰-۲۱/اکتوبر ۲۰۱۸م) کی مناسبت سے مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کو ''**اسالیبِ دعوت**''۔سیرت انبیاء کے تناظر میں۔کے موضوع پر محاضرہ کا موقع دیا گیا، اور مقالہ کے لئے بھی مکلف کیا گیا، موضوع کی اہمیت اور افادیت کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے میں نے قلت وقت کے باوجود شب و روز ایک کر کے اللہ کی توفیق سے اسے رسالہ کی شکل دے دی، تا کہ اس موضوع سے متعلق ہمارے داعی برادران کے لئے ایک علمی مواد جمع اور مرتب ہو جائے، اور لوگ استفادہ کر سکیں، اللہ کی توفیق سے رسالہ مکمل ہو گیا، اگر رب کریم کی توفیق شامل حال رہی تو ان شاء اللہ زیور طبع سے

آراستہ ہوکر قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔**وما توفیقی الاباللہ .**

اس موقع پر میں سب سے پہلے رب کریم کی بارگاہ میں شکرادا کرتا ہوں کہ جس کے فضل وتوفیق اور خصوصی عنایت کے طفیل یہ معمولی سی کاوش پایۂ تکمیل کو پہنچی،اس کے بعد اپنے والدین کا شکر گذار ہوں،جنکی شفقتوں اور محبتوں کی بدولت میں کسی لائق ہوا،اسی طرح جملہ اساتذۂ کرام اوراپنے مربیان کا بھی شکر گذار ہوں۔**جزاهم الله خيرا.**

جمعیت کے ذمے داران بالخصوص امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اہل علم کی موجودگی میں مجھ جیسے طالب علم کو اس علمی دورہ میں اس اہم عنوان پر محاضرہ کا موقع عنایت کیا،اسی طرح ممنون ومشکور ہوں میں اپنے اُن تمام معاونین ومحسنین اور احباب واخوان کا،جنہوں نے اس کی طباعت و اشاعت میں کسی بھی طرح کا تعاون پیش کیا۔**فجزاهم الله خيرا.**

رب کریم سے دعا ہے کہ الہ العالمین اس دورۂ تدریبیہ کو علماء،دعاۃ،ائمہ ومدرسین ،جماعت اور جماعتی مشن اوراس کے استحکام کے حق میں مفید وبابرکت بنائے،میری اس کوشش کومقبول عام بنائے،اللہ کرے یہ کتابچہ میدان دعوت واصلاح سے منسلک تمام افراد علماء،ائمہ،دعاۃ،مدرسین،عوام وخواص سب کے لئے لائحۂ عمل ثابت ہو،اور مولائے رحمن ورحیم اسے میرے اورمیرے والدین کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔

و صلى الله علىٰ نبينا محمد و بارك و سلم و علىٰ آله و صحبه أجمعين۔

محمد عاطف سنابلی (ممبئی)

۱۶/اکتوبر ۲۰۱۸م

دعوت کا لغوی معنیٰ

دعوت کے لغت میں کئی معانی ہیں، جن کا محور یہ ہے کہ کسی متعین مقصد کے لئے پکارنا۔

ابن فارس نے لکھا ہے: د، ع، و۔ اصل ہے، جس کے معنیٰ ہیں گفتگو اور آواز کے ذریعہ کسی چیز کا مائل ہونا، [1] اور دعوت "دعا" سے اسم مرہ ہے، دعا کے معنی "سأل" (سوال کرنا) ، "نادیٰ" (پکارنا)، "بعث" (بھیجنا)، "عبد" (عبادت کرنا)، "ذکر" (ذکر کرنا)، "نسب" (نسبت کرنا)، "ندب إلیٰ أمر" (بلانا، متوجہ کرنا)۔ [2]

اس بنیاد پر دعوت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کو انجام دینے کے لئے خواہ وہ حق ہو یا باطل، قولی ہو یا فعلی تمام قسم کی کوششیں کرنا۔ [3]

دعوت کا اصطلاحی معنیٰ:

اسلام کی تبلیغ کرنا، لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینا، زندگی میں نافذ کرنا۔ یہ تینوں باتیں اللہ جل جلالہ کے اس قول میں مذکور ہیں:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ

① ملاحظہ ہو: معجم مقاییس اللغۃ ۲/۲۷۹

② ملاحظہ ہو: إکمال الاعلام بتثلیث الکلام ۲۱۶، المصباح المنیر: ۱۹۴، لسان العرب ۱۴/ ۲۵۷)

③ ملاحظہ ہو: الدعوۃ إلی اللہ فی البیوت، ص: ۱۳

الْحَكِيْمُ (البقرة:۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان میں، انہیں میں سے رسول بھیج، جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

دعوت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اسلام سے نسبت اور بلاغ مبین (یعنی واضح طور سے پہنچا دینا) پر اکتفا کیا جائے، جیسا کہ اللہ کے اس قول میں وارد ہے۔

وَأَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (المائدة:۹۲)

اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو، اگر اعراض کرو گے، تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلاغ مبین پر اکتفا کرنا صرف اس وجہ سے ہے کہ لوگوں نے دعوت سے اعراض کیا، اگر یہ صورت پائی جائے تو داعی صرف بلاغ کا مکلف ہے، بصورت دیگر داعی کے لئے ضروری ہے کہ دین کی تعلیم دے اور التزام واستقامت پر آمادہ کرے۔[1]

---

[1] ملاحظہ ہو: المدخل الی الدعوۃ ص:۱۷۔۱۹

دعوت کے اصطلاحی مفاہیم:

ا۔۔۔۔۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الدَّعْوَةُ إِلَى اللّٰهِ هِيَ الدَّعْوَةُ إِلَى الإِيمَانِ بِهِ وَبِمَا جَاءَتْ بِهِ رُسُلُهُ بِتَصْدِيْقِهِمْ فِيمَا أَخْبَرُوا به وَطَاعَتِهِمْ فِيمَا أَمَرُوا. [1]

”اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ پر اور اس شریعت پر جو اس کے رسول لیکر آئے ہیں، ایمان لایا جائے، اور پھر جو باتیں وہ بتلائیں ان کی تصدیق کی جائے اور جس چیز کا وہ حکم دیں، اس کی اطاعت کی جائے۔“

۲۔الشیخ سید محمد وکیل دعوت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

الدّعوة إلىٰ الله هى جمع الناس إلى الخير و دلالتهم علىٰ الرشد بأمرهم بالمعروف و نهيهم عن المنكر۔ [2]

”دعوت الی اللہ سے مراد لوگوں کو خیر بھلائی کی طرف اکٹھے کرنا، اور انہیں اچھے کاموں کی ترغیب دیکر اور برے کاموں سے منع کر کے ہدایت کی راہ دکھانا“

۳۔الشیخ محمد خضر حسین لکھتے ہیں:

حثّ الناس علىٰ الخير و الهدى و الأمر بالمعروف و النهى عن المنكر ليفوزوا بسعادة العاجل و الآجل۔ [3]

...لوگوں کو بھلائی اور ہدایت کی ترغیب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع

---

① مجموع الفتاویٰ ۱۵/ ۱۵۷

② أسس الدعوة و آداب الدعاة ص:۹

③ الدّعوة إلى الإصلاح ص:۱۷

کرنا، تاکہ وہ دنیااور آخرت کی سعادت پاکر کامیاب ہوسکیں۔

۴۔....اور اس سلسلہ میں دعوت کا سب سے پیارا مفہوم اور مقصد وہ ہے جو سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ، شاہ فارس رستم سے کہا تھا کہ:

جَاءَ اللّٰهُ بِنا لِنُخْرِجَ العَبادَ مِنْ عِبادَةِ الْعِبَادِ إِلٰى عِبادَةِ ربِّ العِبادِ، وَمِنْ جَوْرِ الأَدْيَانِ إِلٰى عَدْلِ الإِسْلامِ،، وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا إِلٰى سَعَةِ الآخرةِ۔[1]

''اللہ تعالیٰ ہمیں اس لئے لایا ہے تاکہ ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر بندوں کے رب کی بندگی کی طرف لائیں، ادیان باطلہ کے ستم سے نکال کر اسلام کے عدل کی جانب لائیں، اور دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی آسائش اور وسعت کی طرف لائیں۔''

دعوت کا شرعی حکم اور اس کی اہمیت :

کتاب وسنت کے واضح دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دعوت فرض ہے اور حسب استطاعت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ. (النحل:۱۲۵)

---

① تاریخ الطبری:۵۲۰/۳

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے ، یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے پورا واقف ہے۔

نیز ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (آل عمران: ۱۰۴)

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے، جو بھلائی کی طرف لائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. (القصص: ۸۷)

اوراس کی تبلیغ سے نہ روک دیں۔ بلکہ آپ پوری تن دہی اور یکسوئی سے رب کی طرف بلانے کا کام کرتے رہیں۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ. (الحج: ۶۷)

ہرامت کے لئے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے، جسے وہ بجالانے والے ہیں ، پس انھیں اس امر میں آپ سے جھگڑا نہ کرنا چاہیے آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلائیے۔ یقیناً آپ ٹھیک ہدایت پر ہی ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (آل عمران:۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں، لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء اور رسولوں کو اپنی طرف دعوت دینے کے لئے مبعوث فرمایا، آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ، وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (الاحزاب:۴۵-۴۶)

اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا بھیجا ہے، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔

عصر حاضر میں دین برحق کی دعوت کی اہمیت اس وجہ سے بھی بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ تمام گمراہیوں کی دعوت ہر طرف زوروں پر ہے، نصرانیت اپنے طور پر اپنی دعوت میں لگی ہوئی ہے، منکرین رسالت وآخرت، ملحدین، کمیونزم وسوشلزم اور دیگر منحرف افکار وعقائد کے لوگ اپنی اپنی دعوت پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں،

ایسے حالات میں ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنی استطاعت بھر دعوت کے کام کو آگے بڑھائے، اور اللہ کا سچا دین اللہ کے بندوں تک پہنچائے۔

دعوت دین کے فضائل وثمرات :

بلاشبہ دعوت دین ایک عظیم الشان کام ہے، اس کا مرتبہ اور درجہ کافی بلند ہے، اس سلسلہ میں کتاب وسنت میں متعدد نصوص وارد ہوئے ہیں، جو ہر طرح سے اس کام کی اہمیت، ضرورت اور فضیلت وافادیت کو اجاگر کرتے ہیں، مثال کے طور پر جو شخص اس کام کو انجام دیتا ہے، اللہ کے یہاں اس کا مقام ومرتبہ بڑھ جاتا ہے، اس مہتم بالشان عمل اور پیارے مشن کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حم السجدة: ۳۳)

اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے، جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

ا۔اس عظیم عمل کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے:

وَاللهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (یونس: ۲۵)

اور اللہ بلاتا ہے (لوگوں کو اپنے کرم بے پایاں سے) سلامتی کے گھر کی طرف، اور وہ ہدایت (کے طور) سے نوازتا ہے، جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔

۲۔ دعوت دین انبیاء کرام کا مشن اور وظیفہ ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا. (نوح:۵)

اس (نوح علیہ السلام) نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (یوسف:۱۰۸)

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ، اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں نہیں۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ. (النحل:۳۶)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

۳۔ دعوت دین صحابۂ کرام کا مشن ہے:

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ (آل عمران:۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے

ہواور بری باتوں سے روکتے ہواور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں، لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔

۴۔ دعوت دین اجر وثواب کمانے کا بہترین ذریعہ ہے:

اللہ رب العلمین کا فرمان ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء:۱۱۴)

ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں، ہاں بھلائی اس کے مشورے میں جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے، اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادے سے یہ کام کرے، اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا".[1]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب العلم، بَابُ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ: ۲۶۷۴

جس نے کسی کو راہ ہدایت کی دعوت دی، تو اس کے لئے اس کی پیروی کرنے والے کے برابر اجر وثواب ہوگا، اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی، اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس کے لئے اس کی پیروی کرنے والے کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

اور اسی طرح داعی کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کی دعوت پر عمل کرنے والے کی طرح اس کا اجر تا قیامت جاری رہتا ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے:

مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِه.[1]

"جس نے کسی کو بھلائی کی راہ دکھائی اس کے لئے اس کے کرنے والے کی طرح اجر وثواب ہے۔"

نیز رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مخاطب کر کے فرمایا:

"فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ".[2]

اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے، تو یہ تمہارے

---

① صحيح مسلم، كتاب الإمارة، بَابُ فَضْلِ إِعَانَةِ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ بِمَرْكُوبٍ وَغَيْرِهِ، وَخِلَافَتِهِ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ: ١٨٩٣

② صحيح البخارى واللفظ لهُ، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ حدیث نمبر: ۴۲۱۰، صحيح مسلم: ۲۴۰۶

لیے سرخ اونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے۔

دعوت دین نصرت الٰہی کا بہترین سبب ہے:

"إِنَّمَا يَنْصُرُ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا، بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ". [1]

"یقیناً اللہ تعالیٰ کمزور لوگوں کی دعاؤں (پکار اور دعوت) نمازوں اور اخلاص کی وجہ سے اس امت کی مدد فرماتا ہے۔"

دعوت دین فوز و فلاح اور کامیابی کی شرط ہے:

وَالْعَصْرِ ، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ. (العصر:۱-۳)

زمانے کی قسم، بیشک (بالیقین) انسان سراسر نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو وصیت کی حق کی اور ایک دوسرے کو وصیت کی صبر کی۔

---

[1] سنن النسائي ،كتاب الجهاد،الِاسْتِنْصَارُ بِالضَّعِيفِ، حدیث نمبر:۳۱۷۸

منہج انبیاء ہی کیوں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام مفکرین، علماء، دعاۃ، مذہبی پیشوا، مصلحین ومجددین، معلمین اور دانشوروں سے کنارہ کرتے ہوئے انبیاء کرام اور رسل عظام اور ان کے پیغمبرانہ منہاجِ دعوت اور اسلوب وطریقۂ تبلیغ دین ہی کو کیوں اسوۂ اور قدوہ بنایا جائے، اسلامی دعوت کی تبلیغ وترسیل میں انہیں کے اسلوب ومنہج کو کارِ دعوت کے لئے نشانِ منزل، نمونۂ عمل اور مشعل راہ کیوں تسلیم کیا جائے، دنیا ترقیوں کی شاہراہ پر گامزن ہے، تمام میادین حیات اور شعبہائے زندگی میں نئی نئی ایجادات اور تجدید وترقی کے کام انجام دیئے جارہے ہیں، ایسے حالات میں کارِ دعوت کے لئے انبیاء ورسل کا وہی پرانا اور قدیم اسلوبِ دعوت اور طریقۂ تعلیم و تربیت ہی کیوں؟

ان سوالوں کا جواب ہے کہ گردش ایام ولیالی کی تمام ترنگینیاں اور رعنائیاں قبول، مگر چند وجوہات واسباب کی بنیاد پر پورے اعتماد اور وثوق کے ساتھ یہ بات بلاتامل کہی جاسکتی ہے، کہ اسلامی دعوت کے کاز کی کامیابی وبامرادی میں منہج انبیاء ورسل ہی مفید ومؤثر اور کارگر ہوسکتا ہے اور انبیاء کرام ہی کار دعوت کے لئے سب سے اولین معیار اور کسوٹی ہیں۔

پہلی وجہ: انبیاء اور رسولوں کا انسانیت کے لئے نمونہ اور اسوۂ قرار پانا:

انبیاء علیہم السلام زندگی کے تمام پہلوؤں کی طرح دعوت میں بھی اسوۂ اور قدوہ کی حیثیت رکھتے ہیں، قرآن کریم نے مختلف انبیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں

واجب الاتباع اور نمونۂ عمل قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام:۹۰)

یہی لوگ ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیئے۔

اللہ رب العالمین نے اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں،

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (النحل:۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں، جو مشرکوں میں سے نہ تھے۔

عام مسلمانوں کو بتایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام، ان کے رفقاء اور محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل ایمان کے لئے اسوۂ ہیں، لہٰذا تم کو زندگی انہیں نمونوں کے مطابق ڈھالنی چاہیئے، ارشاد ربانی ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ (الممتحنہ:۴)

مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔

خاتم الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو فرض قرار دیتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا. (الاحزاب:۲۱)

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو اسوہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ان شخصیتیں مکمل ہوتی ہیں، ان میں کوئی جھول نہیں ہوتا، کوئی پہلو کمزور نہیں ہوتا، وہ ہمہ پہلو قائدین ہوتے ہیں، غیر انبیاء کی شخصیتوں میں اگر کوئی پہلو ابھرا ہوا تو دوسرا کمزور ہے، کتنے ہی ایسے سیاسی اور عسکری قائدین ہیں، جو عملی اعتبار سے کمزور ہیں، اور کتنے ہی علماء و مصلحین ہیں، جو قوت، حجت، غزارتِ علم اور فہم و فراست کے اعتبار سے بہترین نمونہ ہیں، لیکن لگن، کثرت نشاط و تحریک اور مادی معاملات کی تنظیم میں ناقص ہیں، اس کے برعکس تمام انبیاء بالعموم اور خاتم النبیین بالخصوص ہر مسئلۂ انسانیت کے لئے راہنمائی کا نمونہ ہیں۔

دوسری وجہ: انبیاء کی ذاتیں واجب الاتباع ہیں:

قرآن کریم نے انبیاء کرام کو واجب الاتباع قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء:۶۴)

ہم نے ہر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔

دوسری جگہ نبی اکرم کے بارے میں فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء:٦٥)

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

تیسری وجہ: عصمتِ انبیاء (انبیاء کرام کا معصوم عن الخطاء ہونا)

انبیاء کرام کو اسوۂ وقدوہ اور نمونہ وماڈل نیز ان کے اتباع کو اس لئے لازم قرار دیا گیا، کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی نگرانی، اس کی ہدایت وتربیت کی وجہ سے شرک وضلات، کج روی ونفس پرستی اور فسق ومعصیت سے محفوظ تھے، ان میں سے کوئی بھی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوا، بلکہ ان سے کبھی ایسے امر کا بھی صدور نہیں ہوا، جو مروت وشائستگی کے منافی ہو، یہ حضرات اپنے معاشرہ کے نفیس ترین لوگ تھے، اخلاقی صفات کے لحاظ سے بھی، اور حسب ونسب کے لحاظ سے بھی اشرف ترین تھے، اللہ نے انہیں منتخب کیا، پھر ان کی حفاظت فرمائی، انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''**و کلّ من الأخیار**'' وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

''**واصطنعتک لنفسی**'' میں تم کو اپنے کاموں کے لئے بنالیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر جب اعتراض کئے گئے تو مشرکین نے کہا کہ اس وقت تک نہیں مانیں گے، جب تک ہمیں بھی وہ تجربہ نہ ہو، جس کا دعویٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور رسول کرتے ہیں، قرآن نے کہا:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام: ۱۲۴)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ پیغمبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔

چونکہ انبیاء اللہ کی طرف سے منتخب کردہ لوگ ہوتے ہیں، اس لئے وہ اس کی مرضی کے بغیر لب کشا نہیں ہوتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم: ۳۔۴)

اور نہیں وہ بولتا (اپنی) خواہش سے، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

انبیاء اللہ تعالیٰ کے زیرنگراں ہونے کی وجہ سے کوئی ایسا اقدام نہیں کرتے، جو انسانیت کے لئے نقصاندہ ہو، انبیاء علیہم السلام کی یہی حیثیت ہے، جس کی بنا پر یہ حضرات دعوت الیٰ اللہ کے میدان میں بھی اسوۂ اور قدوہ ہیں، تاریخ دعوت میں ان کی حیثیت اولین معیار کی ہے، لہٰذا دعوت الیٰ اللہ کا کوئی کام جو ان کے منہاج سے متصادم ہے، قابل قبول نہیں ہوگا، اور اسے دعوتِ اسلامی نہیں کہا جائے گا۔

دعوت کے اسالیب

(سیرت انبیاء کے تناظر میں)

اسالیب ''اسلوب'' کی جمع ہے، جس کے معنیٰ ہیں سیدھا راستہ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طریق ممتد، طویل راستہ۔ اور کہا جاتا ہے ''**شجر سلب**'' یعنی لمبا درخت، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسلوب نام ہے: معنیٰ کو ایسے الفاظ میں ڈھالنا کہ کلام کا مقصود حاصل ہو اور سامع کے دلوں پر اثر انداز ہو۔ ①

اسلوب دعوت کیفیت وشکل کے علم کا نام ہے، جس کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا جائے۔

خطاب کا اسلوب مختلف ہوتا ہے، کبھی مخاطب کافر ہوتا ہے، کبھی اہل کتاب، کبھی ملحد اور منافق، کبھی عاصی اور نافرنان مسلم، کبھی فرماں بردار اور صالح مسلم، جس میں کچھ خامیاں موجود ہوں۔ اسی طرح کبھی مخاطب عالم دین ہوتا ہے، کبھی مہذب ومثقّف انسان ہوتا ہے، اور جاہل ونادان، اسی طرح کبھی مخاطب نرم پہلو رکھتا ہے اور کبھی سخت وغضبناک شخص ہوتا ہے، کبھی جھگڑالو شخص ہوتا ہے، اسی طرح کبھی مخاطب شریف ورئیس ہوتا ہے، اور کبھی عام آدمی۔ یہ دعوت کے اسلوب خطاب سے متعلق پہلو ہے، دوسرا پہلو مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب، اس لئے کہ

---

① ملاحظہ ہو: **المخصص لابن سیدہ۳/۳۰۹، المصباح المنیر** ص: ۲۸۴، **المعجم الوسیط** ص: ۴۴۱، **تاج العروس ۳/۷۱، کلیات لابی البقاء الکفوی** ص:۱۰۶، **الخلاصة فی علوم البلاغه** ص: ۴

کبھی ایک گفتگو ایک وقت مناسب اور دوسرے وقت نامناسب ہوتی ہے، اس لئے کہ آرام اور کام کا وقت ہوتا ہے وغیرہ، اسی طرح جگہ کا انتخاب بھی اہم ہے، ایک گفتگو ایک جگہ مناسب اور دوسری جگہ نامناسب ہوتی ہے، اسی طرح لوگ مختلف عادات واطوار اور اصناف کے ہوتے ہیں، جن کو ایک ہی اسلوب اور لہجہ میں خطاب نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ان کے حالات کی رعایت دعوت میں ضروری ہے، تاکہ گفتگو مقام کے مناسب ہو، اس لئے کہ ہر مقام کے لئے ایک الگ گفتگو ہے۔

۱۔ اخلاص (بے لوثی و بے غرضی)

انبیاء کرام کے اسالیب دعوت میں ایک بنیادی اسلوب اخلاص، بے لوثی و بے غرضی اور نصح و خیر خواہی کا اظہار ہے، قرآن مجید نے انبیاء کرام کی دعوت کے سلسلہ میں ان کی بے غرضی اور جذبہ خلوص کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل بیان کو بار بار دہرایا ہے

نوح علیہ السلام کا قول :

وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ (ھود:۲۹)

میری قوم والو! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

ھود علیہ السلام کا قول :

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

(الشعراء:۱۲۷)

میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا ثواب تو تمام جہان کے

پروردگار کے ہی پاس ہے۔

یَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (ہود:۵۱)

اے میری قوم! نہیں میں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر، نہیں ہے میرا اجر مگر اس پر جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

صالح، لوط، شعیب علیہ السلام :

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (شعراء:۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰)

میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے ہی پاس ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم :

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ.

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا، اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

یہی نہیں کہ انبیاء کرام نے اپنا اخلاص اور بے لوثی ثابت کیا، بلکہ پیغمبرانہ دعوت کی ایک اہم خصوصیت اور بنیادی اسلوب یہ بھی تھا جو کہ خلوص و بے غرضی کے اندر ہی داخل ہے کہ وہ اپنی قوم، اپنے مدعو اور مخاطب سے بے پناہ ہمدردی اور نصح و خیر خواہی کو بیان اور ظاہر کرتے رہتے تھے اور اعلان فرماتے کہ میری دعوت، میری ان اصلاحی کوششوں کی اصل غرض و غایت آپ کو اللہ کی جہنم اور اس

کے عذاب سے بچانا ہے، اور ہم آپ کا خیر چاہتے ہیں، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے کئی انبیاء اور اولوالعزم رسولوں سے متعلق اس بات کو ذکر کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اپنے والد کے تئیں ان کے جذبہ خیر خواہی کا تذکرہ یوں ہے:

يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا. [مریم:۴۵]

اے ابا جان! مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آپڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔

نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خیر خواہی کا اظہار :

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ. [الاعراف:۶۲]

تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔

ہود علیہ السلام :

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ. [الاعراف:۶۸]

تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔

صالح علیہ السلام کی قوم نے جب ان کی دعوت قبول نہیں کی تو انہوں نے کہا کہ میں تم لوگوں کا خیر خواہ تھا، لیکن تمہیں خیر خواہ آدمی اچھا نہیں لگتا ہے:

وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ. [الاعراف:۷۹]

اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی، لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

شعیب علیہ السلام :

وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ. [الاعراف: ۹۳].

اور میں نے تو تمہاری خیر خواہی کی ، پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے تئیں اپنے حرص شدید اور بے مثال رحمت و شفقت نیز نجات وہدایت کی فکرمندی کا تذکرہ ہوئے فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا، فَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَهُمْ يَقْتَحِمُونَ فِيهَا.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی ہو، تو جب اس نے آگ سے اپنے ارد گرد کو روشن کیا، تو اس میں کیڑے مکوڑے اور وہ جانور جو اس میں گرتے ہیں وہ گرنے لگے، وہ ان کو روکے، مگر وہ نہ رکیں اور اس میں گرتے رہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں دوزخ میں گرنے سے روکتا ہوں اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ دوزخ کے

① صحیح مسلم ،کتاب الفضائل :بابَابُ شَفَقَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمَّتِهِ وَمُبَالَغَتِهِ فِي تَحْذِيرِهِمْ مِمَّا يَضُرُّهُمْ، حدیث نمبر: ۲۲۸۴

پاس سے چلے آؤ، وورخ کے پاس سے چلے آؤ لیکن تم نہیں مانتے اور اس میں کرتے چلے جارہے ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی امت کی نجات و ہدایت کے تئیں بے انتہا فکر مند تھے، اور آپ اس بات کے شدید حریص اور خواہاں تھے کہ آپ کی امت جہنم اور عذاب ربانی سے بچ جائے، ہلاک و تباہ نہ ہو، حتی کی اللہ کو کہنا پڑا کہ اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں، تو آپ اپنے آپ کو موت و ہلاکت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا. [الکہف:٦]

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں، تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ. [شعراء:٣]

ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ تو اپنی جان کھودیں گے۔

رب کریم نے خلق خدا اور انسانیت کے تئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ تڑپ اور جذبہ خیر خواہی کو دیکھتے ہوئے تسلی دی اور فرمایا کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں اس قدر فکر وافسوس میں مبتلا نہ ہوں، راہ ہدایت پر لے آنا نہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بس میں ہے، اور نہ ہی یہ آپ کی ذمہ داری ہے، جیسا کہ فرمایا گیا:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ (البقرۃ:٢٧٢)۔

آپ کا کام تبلیغ وتذکیر اور پہنچا دینا ہے، ارشاد ربانی ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ * لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُسَيْطِرٍ [الغاشية:۲۲]
پس آپ نصیحت کردیا کریں (کیونکہ) آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ کچھ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

وَلَوْ شَاءَ اللهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ. [الانعام:۱۰۷]
اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا۔ اور نہ آپ ان پر مختار ہیں۔

۲۔ دعوت اِلی اللہ کا علم :

جس کی جانب دعوت جارہی ہو، اس کا علم ہونا ضروری ہے، اسی لئے جاہل داعی بننے کے لائق نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. (یوسف:۱۰۸)
آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ، اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں نہیں۔

بصیرت سے مراد علم ہے، اس لئے داعی اور مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان گمراہ علماء کا مقابلہ کرے جو اس کے آگے شبہات پیش کر کے حق کو مغلوب کرنے کے لئے باطل کے ذریعہ جھگڑتے ہیں۔

فرمان باری ہے: [وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ] اور ان کے ساتھ احسن

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حکمت صحیح قول وعمل اور اعتقاد کا نام ہے، ہر چیز کو اس کی صحیح جگہ میں بحسن وخوبی اور محکم انداز میں رکھ دینے کا نام ہے۔ ①

یہ حکمت ہی کا تقاضا ہے کہ نادان کے ساتھ نرمی، بردباری، عفو کرم کا معاملہ کیا جائے، کافر مشرک کے ساتھ شدت، شمشیر وسنان کا استعمال کیا جائے، اسی طرح وہ مسلمان جو شدت وسختی کے مستحق ہوں، ان کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ کیا جائے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عُرینیوں کے ساتھ کیا، جنہوں نے آپ کے چرواہوں کو قتل کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیے گئے، ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں، ان کو دھوپ میں ڈال دیا گیا، یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ ②

حکمت یہ نہیں ہے کہ ہمیشہ نرمی کا معاملہ ہو، یا ہمیشہ سختی کا معاملہ ہو، جس کا جو مقام ہو، وہی مقام دیا جائے، ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ۔ (العنکبوت:۴۶)

اور اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرو، مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو، مگر ان کے ساتھ جو ان میں ظالم ہیں۔

حکمت دو طرح کی ہے: علمی اور عملی

علمی حق کی معرفت، اشیاء کی حقیقت کا ادراک، شریعت، قضاء وقدر، امر الٰہی

---

① الحکمة فی الدعوة إلی اللہ ص:۳۰

② صحیح البخاری:۶۸۰۴، صحیح مسلم:۱۶۷۱

اور تخلیق ہر اعتبار سے سبب کو مسبب سے مربوط کرنے کا علم۔

ارشاد ربانی ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ (محمد:۱۹)

''پس جان لو کہ بے شک اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔''

حکمت عملی یہ ہے کہ چیز کو اس کی صحیح جگہ اور مقام ملے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد:۱۹)

''اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں، اور مؤمن مردوں اور عورتوں کے حق میں بھی۔''

اس حکمت کے تین درجے ہیں:

۱۔ ہر چیز کو اس کا حق ملے، بغیر کسی کمی اور زیادتی کے، اور نہ ہی عجلت سے کام لیں، اور نہ ہی تاخیر سے۔

۲۔ عدل الٰہی اور وعید الٰہی کی معرفت ہو، اسی طرح شرعی احکام کا علم ہو، کائنات کا علم ہو، احسان اور وعدہ کا علم ہو اور اس بات کی معرفت ہو کہ اللہ نے جو دیا، وہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے، اور جس چیز سے محروم کر دیا وہ بھی حکمت کا تقاضا ہے۔

۳۔ علم و بصیرت، سوجھ بوجھ، علم و ادراک کی صلاحیت اور طاقت، یہ علم کا اعلیٰ درجہ ہے، اور درج ذیل تین چیزوں میں اس بصیرت کا پایا جانا داعی کے اندر ضروری ہے۔

۱۔ جس چیز کی دعوت دے رہا ہے، اس کی بصیرت یعنی شریعت کا علم۔

۲۔مدعو کی دینی ،اجتماعی ،اعتقادی ،نفسیاتی ،علمی اور اقتصادی تمام حالات کی بصیرت۔

۳۔دعوت کی کیفیت کی بصیرت۔ ①

حکمت ودانائی کی چند مثالیں:

داعی جب اپنی دعوت میں حکمت کو اپناتا ہے،تو اس کی دعوت کامیاب نظر آتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، جہاں حکمت نمایاں طور پر کارفرما ہے،خواہ مدعو مشرک ہو، اہل کتاب ہو، منافق ہو، مسلم ہو۔ کچھ نمونے درج ذیل ہیں:

گرفت اور مواخذہ کے موقع پر مدعو کے ساتھ نرمی اور ہمدردی کا برتاؤ، چنانچہ آپ ﷺ لوگوں کی تکلیف برداشت کرتے تھے، برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے تھے، نادانی اور بے وقوفی کا مقابلہ بردباری اور نرمی سے کرتے تھے،طیش اور جلد بازی کا مقابلہ غور وفکر اور ثابت قدمی سے کرتے تھے۔

قال أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ. فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَهْ مَهْ". قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ. فَتَرَكُوهُ حَتَّى بَالَ. ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ

---

① ملاحظہ ہو: مدارج السالکین لابن القیم :۲/۴۷۸-۴۸۲،الحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ ۳۵-۳۹

فَقَالَ لَهُ: إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ، وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَأَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ.[1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے، کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے کھڑا ہوگیا، تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جا، ٹھہر جا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کومت روکو اور اس کو چھوڑ دو، پس صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اس نے پیشاب کرلیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلوایا اور اس کو فرمایا: کہ مساجد میں پیشاب اور کوئی گندگی وغیرہ کرنا مناسب نہیں، یہ تو اللہ عزوجل کے ذکر اور قرآن کے لئے بنائی گئی ہیں، یا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشا فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا تو وہ ایک ڈول پانی کا لے آیا اور اس جگہ پر بہا دیا۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ، مَا شَأْنُكُمْ؟ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ، فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى

[1] صحیح مسلم،کتاب الطهارة،بَابُ وُجُوبِ غُسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنَ النَّجَاسَاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ....حدیث نمبر:۲۸۵

أَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي، قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ[1]

معاویہ ابن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلاۃ ادا کر رہا تھا کہ اسی دوران جماعت میں سے ایک آدمی کو چھینک آ گئی، تو میں نے (**يَرحَمُكَ الله**) کہہ دیا، تو لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا، میں نے کہا: کاش کہ میری ماں مجھ پر رو چکی ہوتی، تم مجھے کیوں گھور رہے ہو، یہ سن کر وہ لوگ اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ مارنے لگے، پھر جب میں نے دیکھا کہ وہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں، تو میں خاموش ہو گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے، میرے باپ اور میری ماں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہ ہی آپ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی سکھانے والا دیکھا، اللہ کی قسم نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھڑکا، اور نہ ہی مجھے مارا، اور نہ ہی مجھے گالی دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ صلاۃ میں لوگوں سے باتیں کرنی درست نہیں، بلکہ نماز میں تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے۔

---

[1] صحيح مسلم ،كتاب المساجد،بَابُ تَحْرِيمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ، وَنَسْخِ مَا كَانَ مِنْ إِبَاحَتِهِ، حدیث نمبر: ۵۳۷

ان دونوں روایتوں میں کم علمی اور نادانی کی وجہ سے غلطی پر نرمی، اصلاح و تربیت اور اچھے اور بہتر امور کی طرف رہنمائی کرنے میں ایک مثالی اور بہترین اسلوبِ دعوت اور طریقۂ اصلاح وتربیت کی واضح دلیل ہے۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ نے گناہ گار مومنوں کی تنبیہ وتادیب کی ،اور منافقین کی نافرمانی اور تکلیف سے تجاوز کیا، اور اس پر صبر کیا، جیسا کہ کعب بن مالک کا واقعہ شاہد ہے، کہ غزوۂ تبوک میں کعب بن مالک اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ آپ سے پیچھے رہ گئے، تو آپ نے مسلمانوں کو ان سے پچاس دن تک قطع کلامی اور سوشل بائیکاٹ کا حکم دیا، یہاں تک کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ ①

آپ نے اکثر منافقوں کے سردار سے چشم پوشی کی اور تجاوز کا راستہ اختیار کیا، تو جیسا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قَالَتْ: فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ:يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَ أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا---الحديث.②

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، تو

---

① صحيح البخاری:۴۷۲۵، صحیح مسلم :۲۷۶۹

② صحیح مسلم ،کتاب التوبة،بَابٌ فِي حَدِيثِ الْإِفْكِ وَقَبُولِ تَوْبَةِ الْقَاذِفِ حدیث نمبر:۲۷۷۰

عبداللہ بن ابی سلول کے بارے میں عذر خواہی کی، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے فرمایا: کہ اے مسلمانوں کی جماعت! تم میں سے کون بدلہ لے گا اس آدمی سے، جس کی طرف سے مجھے اپنے اہل بیت کے بارے میں تکلیف پہنچی ہے، اللہ کی قسم! میں تو اپنے گھر والوں میں سوائے خیر اور بھلائی کے کوئی بات نہیں جانتا۔

یہ اس لئے کہ وہ قوم کا سردار تھا، اگر اس کی سزا دیتے، تو اس کی قوم مشتعل ہو جاتی، غیرت وحمیت جاگ جاتی، جس سے ایک فتنہ کھڑا ہو جاتا، آپ اس خطرہ سے بخوبی واقف تھے، اس لئے اس کی تکلیف پر صبر کیا۔

۴۔ موعظۂ حسنہ :

دعوت میں موعظت کا مفہوم یہ ہے کہ مدعو سے ایسی باتیں کہی جائیں، جو اس کے دل میں حق کو قبول کرنے کا شوق پیدا کریں، اور حق کو قبول نہ کرنے کے انجام سے خوف زدہ کریں، اسی کو ترغیب وترہیب بھی کہا جاتا ہے۔

موعظۂ حسنہ دراصل عمدہ اور پسندیدہ اسلوب میں خیر خواہی، راہنمائی کرنا اور تذکیر بالعواقب کا نام ہے۔[1]

موعظۃ یعنی وعظ ونصیحت کرنا، تذکیر بالخیر، تخویف وتشویق، ترغیب وترہیب اور اس انداز اور اسلوب میں بات رکھنا، جس سے دلوں میں رقت طاری ہو، اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انجام کی یاددہانی اور خیر خواہی کا نام

---

[1] ملاحظہ ہو: الدعوۃ و الجہاد فی العہد النبوی:۵۷

’’موعظۃ‘‘ ہے۔[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ موعظۂ حسنہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ حق بات جس سے دلوں میں نرمی پیدا ہو، اور وہ اثر انداز ہو، سرکش و نافرمان لوگوں کی بندش اور لگام کسنے کا ذریعہ بنے، مہذب اور دین پسند لوگوں کے ایمان وہدایت میں اضافہ اور زیادتی کا باعث ہو۔[2]

یہ اسلوب اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جس نے حق کو قبول کیا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ معاصی کا مرتکب بھی ہوتا رہتا ہے، حق سے روگردانی بھی اس کی عادت ہے، ایسے شخص کے لئے موعظۂ حسنہ کا اسلوب اختیار زیادہ کارگر ہے، اور اس کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حکمت حق کی معرفت اور اس پر عمل کا نام ہے، وہ دل جن کے اندر سوجھ بوجھ اور فہم وبصیرت ہوتی ہے، ایسے دلوں کو جب حکمت کے ساتھ دعوت دی جاتی ہے، علم وعمل کے اعتبار سے حق اس کے سامنے واضح ہوجاتا ہے، تو دل اس کو قبول کرتے ہیں اور عمل کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، دوسرے وہ دل جو حق کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن خواہشات نفس کی بنا پر اتباع سے اعراض اور روگردانی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو موعظۂ حسنہ کے ذریعہ دعوت دی جاتی ہے، کہیں اس کو دعوت دینے کے لئے حق کی ترغیب وتشویق کا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے، اسی طرح کہیں

---

① معجم مقاييس اللغة ٩٦/٦

② ملاحظہ ہو: الحكمة في الدعوة الى الله ص: ٣٨٢

باطل سے ترہیب وتخویف کا راستہ اور اسلوب اپنایا جاتا ہے، کبھی ترغیب وترہیب اور تشویق وتخویف کا طریقہ بیک وقت مناسب اور مفید ہوتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ (النساء:٦٦)

''اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے۔''

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا (النور:١٧)

اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا۔

اور جو شخص قبول حق سے دور ہے، اس سے احسن اور عمدہ طریقہ پر بحث و مباحثہ کا اسلوب اور طریقہ اختیار کیا جائے۔ [1]

دوسری جگہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں: کہ قرآن میں حکمت، قرآن کا اسلوبِ ترغیب وترہیب اور وہ عبرت آموز قصے ہیں، جو دلوں کی اصلاح ودرستگی کا موجب اور سامان اور انہیں مفید ونفع بخش چیزوں کی طرف راغب کرتے ہیں، اور اس سے نقصاندہ چیزوں سے بے رغبتی اور دوری پیدا ہوتی ہے، اس طور پر دل بھلائی کا خوگر، عادی اور چاہنے والا ہو جاتا ہے، اور دلوں میں منکر وسیئات کو ناپسند کرنے لگتا ہے، جبکہ وہ اس سے پہلے برائی کا خوگر اور عادی، اسے پسند کرنے والا اور بھلائی سے متنفر اور دور تھا۔ [2]

اس (موعظۂ حسنہ) اسلوب کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ بلیغ وعظ ہے، جو ایک ایسے نوجوان کے سلسلہ میں جو زنا جیسے قبیح اور بدترین عمل کی اجازت کا طالب تھا:

---

① مجموع الفتاویٰ ۱۹/ ۱۶۴

② مجموع الفتاویٰ :۱۰/ ۹۵

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: إِنَّ فَتًى شَابًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي بِالزِّنَا، فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ فَزَجَرُوهُ وَقَالُوا: مَهْ. مَهْ. فَقَالَ: " أُدْنُهْ. فَدَنَا مِنْهُ قَرِيبًا". قَالَ: فَجَلَسَ قَالَ: "أَتُحِبُّهُ لِأُمِّكَ؟" قَالَ: لَا. وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ. قَالَ: "وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِأُمَّهَاتِهِمْ". قَالَ: "أَفَتُحِبُّهُ لِابْنَتِكَ؟" قَالَ: لَا. وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ قَالَ: "وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِبَنَاتِهِمْ".قَالَ:"أَفَتُحِبُّهُ لِأُخْتِكَ؟" قَالَ: لَا. وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ. قَالَ: " وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِأَخَوَاتِهِمْ". قَالَ: "أَفَتُحِبُّهُ لِعَمَّتِكَ؟" قَالَ: لَا. وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ. قَالَ: "وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِعَمَّاتِهِمْ". قَالَ: "أَفَتُحِبُّهُ لِخَالَتِكَ؟ " قَالَ: لَا. وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ. قَالَ: "وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِخَالَاتِهِمْ ". قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ: "اللهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ، وَحَصِّنْ فَرْجَهُ" قَالَ:فَلَمْ يَكُنْ بَعْدُ ذَلِكَ الْفَتَى يَلْتَفِتُ إِلَى شَيْءٍ.

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک نوجوان شخص آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے، لوگ اس کی طرف متوجہ ہوکر اسے ڈانٹنے لگے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے، اور کہنے لگے، باز آجا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: میرے قریب آجاؤ، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی والدہ کے حق میں زنا

(بدکاری) کو پسند کرو گے؟اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا گیا: تم اپنی بیٹی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا: کیا تم اپنی بہن کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا: کیا تم اپنی پھوپھی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتے۔

پھر پوچھا، کہ کیا تم اپنی خالہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟اس نے کہا کہ اللہ کی قسم کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے جسم پر رکھا اور دعاء کی کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرمادے، اس کے دل کو پاک کردے، اوراس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

راوی کہتے ہیں: کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی کسی کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔

موعظہ حسنہ اصول دین کی تعلیم، دین کے مسائل واحکام، واجب، مندوب، مکروہ اور حرام پر مشتمل ہونا چاہئے، ان چیزوں پر عمل کی دعوت دی جائے، رغبت

اور آمادگی کی تعلیم دی جائے، کوتاہی اور تقصیر پر ڈرایا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ لا وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ . نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ز وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (البقرة: ۲۲۲-۲۲۳)

آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں، تو ان کے پاس جاؤ، جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے، اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے، تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہو، آؤ، اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دیجئے۔

اور موعظۂ حسنہ ادب سکھانے، اخلاق کو آراستہ کرنے، اچھے اخلاق سے وابستہ ہونے اور برے اخلاق وعادات سے دور رہنے کی تعلیم پر منحصر ہونا چاہئے، اللہ رب العزت نے اپنے نبی شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ. (هود: ۸۵)

اور اے میری قوم کے لوگوں! پورا کرو تم ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ، اور

کم کر کے مت دو، تم لوگوں کو ان کی چیزیں، اور مت پھرو تم لوگ (اللہ کی) زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔

یہاں تک انہوں نے فرمایا:

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ○ وَيَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ ○ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ۔ (ھود:۸۸-۹۰)

کہا اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل لئے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہے، میرا یہ ارادہ بالکل نہیں، کہ تمہارے خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے، میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں، اور اے میری قوم (کے لوگو!) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کا مستحق بنادے، جو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں، اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں، تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو، یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔

۵۔ احسن طریقہ پر بحث ومباحثہ (مجادلہ) :

جدال ''جدل'' سے ہے: ''شدة الفتل''

کہا جاتا ہے ،جدال الشئ أوالحبل،اس نے رسی کو مضبوط بٹا۔ ''أحكم فتله'' ابن فارس نے لکھا ہے: جدال کی اصل ''ج.د.ل'' ہے جس کے معنیٰ ہیں ڈھیلی چیز کو مضبوط کرنا، جھگڑے کو بڑھاوا دینا، گفتگو کا مراجعہ کرنا۔ جدل کے معنیٰ ہیں دلیل کا دلیل سے مقابلہ،مجادلہ کہتے ہیں مناظرہ اور مخاصمہ کو۔[1]

دعوت میں جدال کا مفہوم یہ ہے کہ حق کو ظاہر کرنے کے لئے گفتگو کرنا ،تبادلہ خیال کرنا،اس مجادلہ اور مخاصمہ کے پس پردہ ایک عظیم مقصد ہونا چاہئے ،حق کی معرفت اور اس کی بازیافت ہونی چاہئے ،اسلوب کلام نرمی اور رواداری سے مزین ہونا چاہئے ،دوران گفتگو دوسروں کے احساسات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے، شور وشغب اور مخاطب کے جذبات کی تجریح نہیں ہونی چاہئے ،اس طرح کی کوئی بھی نامناسب گفتگو نہیں ہونی چاہئے ،اس کا نام جدال محمود ہے،اس جدال میں نیت خالص اور پاکیزہ ہو،مقصد حق کا حصول اور اس کی نصرت وتائید،اسلام کی دعوت،اس کی حقانیت کا اثبات،اس کے تئیں باطل الزامات کی تردید اور شبہات کا ازالہ اور بطلان مقصود ہو۔

جدال مذموم ظاہری بحث ومباحثہ کا نام ہے،الزام اور جھوٹ کا نام ہے،ہر وہ جدال جو باطل کی طرف گامزن کرے،حقوق کو ضائع کرے،منکرات اور شبہات کو رواج دے ،اسی طرح ایمان کے امور میں جدال جدال مذموم ہے،اللہ کے

---

① ملاحظہ ہو:معجم مقاييس اللغة۱/ ۴۳۳،النهايه۱/ ۲۴۷،لسان العرب۱۱/ ۱۰۳

اسماء اور اس کی صفات، جنت، دوزخ، بعث بعد الموت اور قرآن کے سلسلہ میں جدال سب جدال مذموم ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. (غافر:۴)

اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں، جو کافر ہیں۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ. (غافر:۵)

اور باطل کے ذریعے جھوٹے بحث مباحثے کئے، تاکہ ان سے حق کو بگاڑ دیں، پس میں نے انہیں پکڑلیا، سو میری طرف سے کیسی سزا ہوئی۔ ①

حقائق و دلائل کی شکل میں یہ اسلوب ایسے شخص کے لئے اپنایا جائے، جو حق کا اعتراف نہیں کرتا، اور شبہات میں مبتلا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر وہ شخص حق کا اعتراف نہیں کرتا ہے، تو احسن طریقہ سے بحث و مباحثہ کیا جائے، اس لئے کہ غلط ردعمل اور غصہ کا امکان ہے، اگر احسن طریقہ پر ہو تو فائدہ کے حصول کا قوی امکان ہے، جیسے غضبناک اونٹ کو دور کرنا۔'' ②

دوسری جگہ فرمایا: ''اس لئے جب مجادلہ کرے، تو اس سے سوال کرے، واضح دلائل و براہین کے بارے میں سمجھائے، جس سے کسی کو انکار نہیں، تاکہ مخاطب کے لئے حق کو ثابت کرے، باطل کے انکار کا اعتراف کرے، جیسا کہ اللہ جل

---

① ملاحظہ ہو: الأسس العلمية لمنهج الدّعوة الإسلامية للدكتور عبد الرحيم المغذوي: ۲/۷۰۱-۷۰۶

② مجموع الفتاوىٰ: ۲/۴۵

شانہٗ کے اس قول میں ہے:

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ. (یٰس:۸۱)

جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، کیا وہ ہم جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں۔"

اس جیسی اور دوسری مثالیں بھی ہیں، جن میں مخاطب کے لئے اعتراف اور اقرار ہے، ایسے واضح دلائل کے ذریعہ جو مقصد پر دال ہیں، یعنی دلیل کے ذریعہ احسن طریقہ پر بحث و مباحثہ، اس لئے کہ جدل میں شرط یہ ہے کہ "خصم" (مدمقابل) سر تسلیم خم کردے، اگرچہ مشہور و معروف دلیل نہ ہو، پس اگر معروف دلیل ہو، تو یہی برہان ہے۔

قرآن کو کسی مقدمہ کے مجادلہ میں صرف اس لئے حجت نہیں بنایا جاتا کہ مدمقابل سر تسلیم خم کردے، جیسا کہ اہل منطق کے نزدیک بحث و مباحثہ کا یہی طریقہ ہے، بلکہ مقدمات اور قضایا وغیرہ کے سلسلہ میں یہی طریقہ رائج ہے۔ ①

ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی میں مجادلۂ احسن کی دو اعلیٰ مثالیں :

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَآجَّ إِبْرٰهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرٰهِيمُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ. (آل عمران:۲۵۸)

کیا تو نے اسے نہیں دیکھا، جو سلطنت پا کر ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے

① ملاحظہ ہو: مجموع الفتاویٰ ۱۹/ ۱۶۴ـ۱۶۵

رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے، وہ کہنے لگا، میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے اور تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ، اب تو وہ کافر بھونچکا رہ گیا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۚ إِنِّيٓ أَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ○ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ○ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ○ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ.

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں، ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں، پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی، تو انہوں نے ایک ستارہ

دیکھا، آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، لیکن جب وہ غروب ہو گیا، تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو دیکھا، تو فرمایا، یہ میرا رب ہے، لیکن جب وہ غروب ہو گیا، تو آپ نے فرمایا اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ کی، تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، یہ تو سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا، تو آپ نے فرمایا، بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں، میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کر دی، آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ کہ اس نے مجھے طریقہ بتلایا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا، ہاں اگر میرا پروردگار ہی ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیا تم پھر بھی خیال نہیں کرتے۔

٦۔ عمل :

داعی جس کی طرف دعوت دے، اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے، تا کہ وہ دوسروں کے لئے اچھا نمونہ بنے، اور اس کا عمل اس کی دعوت کی تصدیق وتائید کرے، تا کہ باطل پرستوں کے لئے اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو۔ سب سے اچھی اور پیاری دعوت یہی ہے کہ داعی دعوت الی اللہ کے ساتھ اپنی دعوت پر خود عمل پیرا ہو، رب کریم ایسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ

الْمُسْلِمِيْنَ. (فصلت: ۳۳)

اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے، جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کے تعلق سے فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ؕ إِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ أُنِيْبُ. (ہود: ۸۸)

اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں، خود اس کو کرنے لگوں۔ میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی (کے فضل) سے ہے، میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالی اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرما رہا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَأَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ. (الانعام: ۱۶۳)

اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں، آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری صلاۃ اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے، جو سارے جہان کا مالک ہے۔

سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر سب سے پہلا فرمانبردار ہوتا ہے، یعنی اس کی امت کے اعتبار سے۔ کیونکہ ہر نبی اپنی امت کا مقتدا و پیشوا ہوتا

ہے،اس لئے اس کا اسلام اپنی امت کے اسلام سے مقدم اور اس کے لئے نمونہ ہوتا ہے،سو کوئی مانے یا نہ مانے،تسلیم کرے یا نہ کرے، اصل حقیقت بہر حال یہی اور صرف یہی ہے کہ معبود برحق بہر حال اللہ اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔اس کا نہ کوئی شریک وسہیم ہے اور نہ ہی کسی کو کسی بھی طرح کی عبادت کا کوئی حق پہنچتا ہے۔بہر کیف پیغمبر اپنی امت کے اعتبار سے پہلا فرمانبردار اور ان کیلئے نمونہ اور پیشوا ہوتا ہے۔[1] اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صرف نبی اور رسول ہی نہیں، بلکہ سب نبیوں اور رسولوں کے امام و پیشوا اور سب سے مقدم ہیں،اس لیے اس اعتبار سے آپ سب دنیا جہاں والوں میں اللہ کے سب سے پہلے فرمانبردار ہیں،بہر کیف حضرت امام الانبیاء **علیہ الصلٰوۃ والسلام** کی زبان مبارک سے اعلان کروایا گیا کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان اور اپنے رب کا فرمانبردار ہوں،یہی میری فطرت ہے اور اسی کی مجھے میرے رب کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی ہے،اس لئے میں نے سب سے آگے بڑھ کر اس کی اطاعت وبندگی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال دیا ہے،اب جس کی مرضی اس راہ پر چلے اور میری پیروی کرے۔ **وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید.**

چنانچہ ایک داعی جس چیز کی دعوت دے، پہلی فرصت میں اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرے اور اپنے آپ کو ایک بہترین قدوہ اور عملی نمونہ کے طور پیش کرے،اور جن چیزوں سے وہ لوگوں کو روکے اور منع کرے،اولین مرحلہ میں ان ممنوعات ومنہیات سے اپنے آپ کو دور اور باز رکھے، کیوں کہ اللہ رب العالمین

---

[1] ابن کثیر. محاسن التاویل. مدارک التنزیل اور فتح القدیر وغیرہ

کا فرمان ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصّف: ۲۔۳)

اے (وہ لوگو) جو ایمان لائے ہو، کیوں تم کہتے ہو (وہ بات) جو تم نہیں کرتے ہو، تم جو کرتے نہیں، اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

اسی طرح اللہ نے ارشاد فرمایا: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. [البقرة: ۴۴]

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟"

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: أَيْ فُلَانُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ المُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ المُنْكَرِ وَآتِيهِ".[1]

"ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا، پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، آگ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی اور وہ (انتڑیوں کے گرد) چکی کے گدھے کی طرح گھومتا رہے گا۔ دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے،

[1] بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٧۔ مسلم، کتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله..الخ:٢٩٨٩

اے فلاں! یہ تیرا کیا معاملہ ہے؟ کیا تو (دنیا میں) ہمیں اچھی بات کا حکم دیتا اور بری بات سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا، بے شک میں تمھیں اچھی بات کا حکم دیتا تھا، لیکن خود نہیں کرتا تھا اور تمھیں برے کام سے منع کرتا تھا، لیکن خود وہی کام کیا کرتا تھا۔"

۷۔ اہم اصول سے دعوت کا آغاز کیا جائے :

انبیاء کرام کے اسالیبِ دعوت میں ایک اسلوب اور امتیازی پہلو یہ تھا کہ صحیح معنوں میں ان کی دعوت دعوت الی اللہ اور دعوت الی التوحید تھی، ہر نبی نے شرح صدر کے ساتھ لوگوں کو رب تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلایا ہے اور انہیں شرک سے روکا ہے، چنانچہ انبیاء کرام کے اسالیب دعوت میں غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا آغاز اہم اصولوں سے کیا جائے، سب سے پہلے اصلاح عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنے کی دعوت اور تعلیم دی جائے، شرک سے روکا جائے، پھر اقامت صلاۃ، ادائیگیٔ زکوۃ اور دیگر واجبات و مامورات کو بجالانے اور محرمات و منہیات کو چھوڑنے کا حکم دیا جائے، یہی تمام پیغمبروں کا طریقۂ کار رہا ہے، تمام انبیاء کی دعوت کے مشترکہ نکتہ کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے، چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ. (الاعراف:۵۹)

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں، مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ. (الاعراف:٦٥)

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، سو کیا تم نہیں ڈرتے۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ. (الاعراف:٧٣)

ور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے غیر مبہم انداز میں کہا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ. (النحل:٣٦)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ. (الانبیاء:٢٥)

تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا، اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

ہر وہ دعوت جس کا مرکزی نکتہ بندگئ رب نہیں ہے، وہ یقیناً پیغمبرانہ منہاجِ دعوت اور اسلوبِ تبلیغ سے ہٹی ہوئی ہے، قرآن کریم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان

سے کہلوایا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ. (الرعد:٣٦)

آپ اعلان کر دیجئے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں، میں اسی کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی کی جانب میرا لوٹنا ہے۔

اسی طرح جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "**إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، الحديث...**"[1]

تم ایسی قوم کی جانب جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہیں، تمہیں چاہئے کہ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اگر انہوں نے تمہاری یہ بات مان لی، تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ صلوات فرض کی ہیں، الحدیث...

اور دعوت کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ میں سب سے بہتر نمونہ اور کامل منہج ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تیرہ سال تک لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے روکتے رہے، اس سے پہلے کہ آپ انہیں صلاۃ، زکوۃ، صوم

---

① صحيح مسلم، كتاب الإيمان، بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَشَرَائِعِ الدِّينِ، وَالدُّعَاءِ إِلَيْهِ حدیث نمبر:١٩

اور حج کا حکم دیں، اور انہیں سود خوری، زنا کاری، چوری اور ناحق قتل سے روکیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبرانہ منہاج دعوت میں توحید الوہیت کا اثبات اور شرک سے اجتناب کی حیثیت بنیادی پتھر کی ہے، کوئی دعوت بھی اس کے بغیر بے بنیاد اور بے نتیجہ ہوگی۔ دعوت الی اللہ دراصل اسباب کی غلامی سے نجات کا پیغام ہے، جس سے انسانی شخصیت کو بے پناہ استحکام ملتا ہے۔

۸۔ دعوت الی اللہ کے راستے میں لاحق ہونے والے مصائب ومشکلات اور آزمائشوں پر صبر:

نیکی اور بھلائی کی راہ میں آزمائشوں اور مصائب ومشکلات سے دوچار کرنا حکمت ربانی اور قانون الٰہی ہے، باعتبار دین جو بندہ جتنا نیک ہوتا ہے، اللہ اسے اتنا ہی آزماتا ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

سُئِلَ رَسُولُ الله ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ:" الأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَمَا يَبْرَحُ البَلَاءُ بِالعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ".[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون لوگ زیادہ آزمائش میں مبتلا کئے جاتے ہیں فرمایا: انبیاء پھر ان کے مثل اور پھر ان کے مثل، پھر انسان اپنے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر دین پر سختی سے کاربند ہو، تو سخت آزمائش ہوتی ہے، اور اگر دین میں نرم ہو، تو آزمائش بھی اس کے مطابق ہوتی ہے، پھر وہ آزمائش

[1] سنن الترمذی:کتاب الزھد ،باب الصبر علی البلاء، حدیث نمبر:۲۳۹۸

اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتی، جب تک وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوجاتا۔

چونکہ انبیاء کرام اس روئے زمین کے سب سے مقدس اور محبوب افراد تھے، اس لئے رب کریم نے انہیں خوب آزمایا، بالخصوص دعوت و اصلاح اور تبلیغ رسالت و دین کی راہ میں نوح سے لیکر نبی آخر الزماں تک تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم کی زندگیاں آزمائشوں اور امتحانات سے بھری پڑی ہیں۔

کار دعوت کا اہم پہلو مشکلات اور آزمائش ہے، داعی جب مشرک، کافر یا منکر معاشرے میں تبدیلی کی کوشش کرتا ہے تو معاشرہ کے مستحکم ادارے اور عقائد و رسوم پر یقین رکھنے والے بااثر افراد مخالفت کرتے ہیں، ایک داعی کا کار دعوت میں کئی مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسے اللہ کی راہ میں جان، مال، خاندان وغیرہ کی قربانی دینا پڑتی ہے، یہ آزمائشیں اس کی وابستگی اور توکل کا امتحان بھی ہوتی ہے، اور اس کی شخصیت کے نکھار اور کار دعوت کی کامیابی کا ذریعہ بھی۔

واضح رہے کہ میدان دعوت گلابوں سے بچھا ہوا نہیں ہے، بلکہ وہ ایک پُر خار وادی، مختلف و متنوع مصائب وخطرات اور طرح طرح کی آزمائشوں سے بھرا پڑا ہے، اس معاملہ میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی ذاتیں سب سے آگے ہیں، اس راہ میں انہوں نے اپنی قوموں کی طرف سے طرح طرح مصائب اور مذاق، ٹھٹھوں اور استہزاء کی مختلف شکلوں کا سامنا کیا، انہیں جھیلا، اور صبر وتحمل اور بردباری کے اعلیٰ نمونے پیش کئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے اپنے آخری نبی سے فرمایا:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ۔ (الانعام: ۱۰)

اور (آپ ان کی باتوں سے دل گیر نہ ہوں اے پیغمبر! کہ) بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے، آخر کار آ گھیرا مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے، جس کا وہ مذاق اڑاتے رہے تھے۔

دوسری جگہ فرمان باری ہے:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا. (الانعام: ۳۴)

تم سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے مگر اس تکذیب اور اذیت دہی پر انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔

اسی طرح اللہ عزّ وجلّ شانہٗ نے اپنے نبی کو بار بار صبر کی تعلیم و تلقین کی اور اس کو بار بار دہرایا، چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلاً. (مزمل: ۱۰)

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ان کو خوبصورتی کے ساتھ چھوڑ دو۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ. (الاحقاف: ۳۵)

پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو، جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ. (الروم: ۶۰)

پس آپ صبر کریں، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، آپ کو وہ لوگ ہلکا (بے صبرا) نہ کریں، جو یقین نہیں رکھتے۔

اسی طرح لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بات بتائی تھی کہ بیٹے امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ میں مشکلات اور مصائب آئیں

گی ان پر صبر کرنا۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ. (لقمان:۱۷)

اے میرے پیارے بیٹے! تو صلاۃ قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا، اور جو مصیبت تم پر آئے صبر کرنا، (یقین مان) کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔

دعوتِ توحید اور تبلیغِ دین کی راہ میں ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا، موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے طرح طرح مظالم برداشت کرنے پڑے، خاتم النبیین کو شعب ابی طالب کے قید و بند اور اس کی صعوبتوں کے ساتھ مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا، ہر نبی کو دعوت توحید کی راہ میں کچھ نہ کچھ مشکلات و مصائب سے گذرنا پڑا۔ دعوت دین ایک پُرخار وادی ہے، جس میں بڑی آزمائشیں ہیں، صبر کرنا انبیاء کا شیوہ اور شعار تھا، ہمیں بھی اسی راہ پر قائم رہنا چاہیئے۔

۹۔ حسنِ اخلاق اور شیریں کلامی :

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھے اخلاق سے متصف ہو، اور اپنی دعوت میں حکمت استعمال کرے، کیونکہ یہ اس کی دعوت کو قبول کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، انسان اپنی شیریں کلامی، اچھے اخلاق اور حسن برتاؤ سے اپنی دعوت کو موثر بنا سکتا ہے، انبیاء کرام کی نرم کلامی، نرم خوئی اور اپنے مدعوین کے ساتھ اچھے برتاؤ کا استعمال نمایاں اور امتیازی طور پر نظر آتا ہے، اور دعوت میں نرم مزاجی اور شیریں کلامی کا بڑا موثر رول ہے، یہی وجہ ہے، کہ جب اللہ نے اپنے دو معزز

پیغمبر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو روئے زمین کے سب سے بڑے کافر اور خدائی کے دعویدار فرعون کے پاس بھیجا تو یہ تاکید کی:

إِذْهَبَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ، فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ. (طہ: ۴۳-۴۴)

تم دونوں جاؤ فرعون کے پاس کہ وہ بڑا سرکش ہوگیا ہے، پھر بھی تم دونوں اس سے بات نرمی ہی سے کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے، یا عذاب سے ڈر جائے۔

اسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو دعوت دی، تو بڑا پیارا نرمی بھرا اور نہایت ہی محترم اسلوب اختیار کیا، رب کریم نے ذکر کیا:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا.

اور خاص کر یاد کرو کہ جب انہوں نے درد بھرے انداز میں اپنے باپ سے کہا، ابا جان! آپ کیوں ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہیں، جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں، اور نہ ہی وہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہیں؟، ابا جان! میرے پاس ایسا علم آگیا ہے، جو آپ کے پاس نہیں آیا، لہذا آپ میرے کہنے پر چلیں، میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا، ابا جان! آپ شیطان کی بندگی مت کریں، کیونکہ شیطان تو بلاشبہ رب رحمان کا نافرمان ہے، ابا جان! مجھے تو اس بات کا سخت ڈر ہے کہ کہیں آپ پر خدائے رحمان کی طرف سے کوئی ایسا عذاب نہ آپڑے کہ آپ ہمیشہ کے لیے

شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔

مندرجہ بالا آیات میں جو بات قابل توجہ ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جتنی باتیں اپنے والد سے ارشاد فرمائی ہیں، ان میں ہر بات سے پہلے یَآ اَبَتِ کہہ کر خطاب کیا ہے۔ یہ لفظ عربی لغت کے اعتبار سے باپ کی تعظیم و محبت کا خطاب ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ نہیں، اے میرے باپ! بلکہ اس میں ادب کے تقاضے بھی شامل ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ اگرچہ بت پرست اور کافر تھے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام میں کوئی کمی نہ آنے دی اور پھر اس لفظ کا تکرار آپ علیہ السلام کی دلسوزی، دردمندی اور استمالت کی دلیل ہے۔

ذرا ملاحظہ کریں! کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر باپ سے دوران خطاب کتنا نرم، پُرسوز، دردمندانہ اور مخلصانہ اسلوب اور انداز اختیار کیا۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کی دعوت کے مؤثر و مفید ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ.(آل عمران:۱۵۹)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے، تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

احد کے دن مسلمانوں نے سنگین غلطی کی اور میدان چھوڑ کر فرار اختیار کیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے دوبارہ جمع ہوئے، تو آپ نے ان کو

کسی قسم کی سرزنش نہیں کی، بلکہ حسن اخلاق سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کا یہ حسن خلق اور طبیعت کی نرمی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل واحسان اور رحمت کا نتیجہ ہے، ورنہ مسلمانوں کا جمع ہونا ممکن نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ دعوت دین کے لیے نرمی اور حسن اخلاق نہایت ضروری چیزیں ہیں، بد خلقی، درشتی، تند مزاجی اور سخت دلی سے لوگ کبھی قریب نہیں آسکتے۔ ارشاد فرمایا: (وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ) [القلم: ٤] ''اور بلاشبہ آپ اخلاق کے بہت بڑے مرتبے پر ہیں۔''

اور فرمایا: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ. [التوبۃ:١٢٨]

''بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نرم مزاجی اور خوش اخلاقی انسان کی دعوت کو مؤثر اور اس کی شخصیت کو پرکشش اور معتبر بناتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

'' إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ''. [1] ''نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے وہ اسے خوبصورت بنا دیتی ہے، اور جس چیز میں سے نرمی نکال دی جاتی ہے تو وہ چیز بدصورت ہو جاتی ہے۔''

١٠۔ زبانِ قوم میں دعوت دینا :

انبیاءِ کرام کے اسالیب دعوت و تبلیغ اور طریقۂ تربیت کا ایک نمایاں پہلو زبان کی

[1] صحيح مسلم ،كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ فَضْلِ الرِّفْقِ حدیث نمبر:٢٥٩٤

لطافت وفصاحت نیز اس کا عام فہم ہونا ہے، تمام انبیاء کرام کی زبان اور ان کا اسلوب بیان انفرادیت کا نمونہ ہوتا، اس طرز کلام میں پیغمبر کی شخصیت صاف جھلکتی دکھائی دیتی ہے، اس میں نرم روی، مخاطب کی ذہنی سطح اور نفسیات کے مطابق الفاظ کا استعمال شامل ہے، ہر نبی اپنے دور کا سب سے بڑا فصیح و بلیغ انسان ہوتا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں مفسرین نے ''خطیب الانبیاء'' کا لقب استعمال کیا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیریں کلامی، حسن خطابت، طرز بیاں اور طلاقت لسانی میں بہت نمایاں مقام رکھتے تھے۔

اسی طرح داؤد علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک نے بیان کیا ''وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ'' [ہم نے انہیں حکمت اور فیصلہ کن خطاب سے نوازا]

موسیٰ علیہ السلام کو اظہار بیان کے لئے مشکلات کا احساس تھا، تو انہوں نے نبوت ملتے ہی اللہ کی بارگاہ میں طلاقت لسانی کی درخواست پیش کردی، انہوں دعا کی، جیسا کہ قرآن گویا ہے:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. (طہ:۲۵-۲۸)

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لئے کھول دے، میرے کام کو میرے لئے آسان فرمادے، اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے، تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔

اس دعا کی تاثیر تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے تکان بات کرتے اور دعوت الی اللہ کے بیان میں فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ معیار پیش کرتے، دعا کی تاثیر کا

یقین ہونے کے باوجود بارگاہ ربانی میں اپنے بھائی کی معاونت منظور کراتے ہیں، اوراس درخواست میں اپنے بھائی کی فصاحت کا خصوصی ذکر کرتے ہیں:

وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ. (قصص: ۳۴) اور میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے، تو اسے میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ مجھے سچا مانے، مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمایا: ''أنا أفصح العرب'' میں عرب کا سب سے زیادہ فصیح انسان ہوں، اسی طرح آپ نے کہا: '' أعطيت جوامع الكلم'' مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔

انبیاء کی اپنے عہد کی معیاری اور پاکیزہ زبان ہوتی تھی، ان کے یہاں کسی قسم کا ابتذال نہیں ہوتا، اوران کے اسلوب میں وقار کے منافی کوئی جملہ نہیں ہوتا لیکن ان کی فصاحت و بلاغت کے علاوہ زبان کے بارے میں ایک اور پہلو بھی اہم ہے اور وہ ہے داعی اور مدعو، خطیب اور مخاطب کی زبان کی ہم آہنگی، دعوت کا اصل مقصود پیغام کا ابلاغ ہے، اگر ابلاغ اور پیغام رسانی نہ ہوتو، ساری کاوش بیکار ہے، کامل ابلاغ کے لئے داعی کو مخاطبین کی زبان، اس کے محاورات اور اس کی تنسیق کے بارے میں مکمل علم ہو، وہ جب خطاب کرے، تو اسے اس زبان میں اظہار پر کوئی دقت پیش نہ آئے، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث ہوئے، وہ قوم کی زبان بولتے اوران کی معیشت و معاشرت سے پوری طرح واقف ہوتے، قرآن کریم نے اس حقیقت کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ

اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (ابراہیم: ۴)

ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے، تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کردے، اب اللہ جسے چاہے گمراہ کردے اور جسے چاہے راہ دکھادے، وہ غلبہ اور حکمت والا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ ہر رسول کی بعثت اس کی اپنی قومی زبان ہی میں ہوئی، تاکہ وہ ان لوگوں کے سامنے حق کو پوری طرح واضح کرسکے، اور ان کو ان کی اپنی زبان میں سمجھا سکے، تاکہ اس طرح ان کو اسے سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہوجائے، سو عقل ونقل اور فطرت سلیمہ کے اسی تقاضے اور معروف اسلوب ودستور کے مطابق ہم نے آپ کو بھی اے پیغمبر! یہ پیغام حق وصداقت عربی زبان میں دیا، تاکہ یہ لوگ اس کو اچھی طرح سمجھ کر اپنا سکیں کہ اس کے اولین مخاطب تو بہر حال یہی لوگ ہیں۔

تاریخ انبیاء شاہد ہے کہ انبیاء کرام نے اپنے بیان کی قوت اور زبان کی سلاست سے اپنے مخاطبین کو مسحور کیا، کسی نبی کے مخاطبین نے اس کی زبان اور اس کے بیان پر اعتراض نہیں کیا بلکہ زبان کی فصاحت اور بیان کی وجہ سے انہیں جادوگر اور شاعر کہنے لگے۔

انبیاء کرام کی ایک خصوصیت اور خوبی یہ تھی کہ ان کی زبان ان کی قوم اور ان کے مخاطبین کی زبان ہوتی تھی، لیکن وہ رطب ویابس سے محفوظ اور اپنی نوعیت کی منفرد زبان ہوتی تھی، الفاظ وتراکیب وہی ہوتے تھے، لیکن اس کا نظم انبیاء کے شایان شان ہوتا تھا، ان کے لحظہ کی مٹھاس اور الفاظ کا دروبست ایسا ہوتا تھا، جس کا استعمال صرف انہیں کے بس کی چیز تھی، وہ مخالفین کے استہزاء اور معاندین کی رکیک زبان کا جواب اس انداز میں دیتے تھے کہ اسے پیغمبرانہ اسلوب کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا تھا

،نوح علیہ السلام سے لیکر محمد رسول اللہ تک ہر نبی کو گھٹیا اور بازاری زبان کا سامنا کرنا پڑا، لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے مقام رفیع اور درجۂ رسالت ونبوت سے نیچے نہیں اترا، اور کوئی ایسا لفظ یا محاورہ نہیں استعمال کیا جو پیغمبرانہ شان سے فروتر ہو، یہی دعوت الی اللہ کا تقاضا ہے، ایک داعی کو اپنے مخاطبین کی زبان کا ایسا ادراک ضروری ہے، جس سے وہ ان کے دلوں پر دستک دے سکے اور جب ان سے مخاطب ہو تو وہ کسی قسم کی اجنبیت نہ محسوس کریں، اس کے ساتھ اس کی زبان میں کوئی ایسا اشارہ نہ ہو، جسے وہ اس کی شخصیت کے خلاف استعمال کرسکیں۔

قادرالکلامی، پاکیزہ اندازِ اظہار، شستہ وشائستہ زبان دعوت الی اللہ کے لئے بنیادی اہمیت رکھتی ہے، پیغمبرانہ منہاج دعوت میں اسے اولین اہمیت حاصل ہے۔

۱۱۔ قوی امید اور عدم مایوسی :

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مضبوط امید کا مالک ہو، اپنی دعوت کی تاثیر اور اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس نہ ہو، اور نہ ہی اللہ کی مدد اور اس کی تائید سے آس توڑ لے، اگرچہ کتنا ہی لمبا ہی عرصہ لگے، داعی کو دعوت کا کام بطور عبادت کرتے رہنا چاہئے، لوگوں کو نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے میں پیہم لگے رہنا چاہئے، خواہ کوئی اس کی بات قبول کرے، یا نہ کرے، دعوت دینا داعی کی ذمہ داری ہے اور دعوت قبول کرنا دوسروں کی ذمہ داری ہے، ہر کسی سے صرف اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا، داعی سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ لوگوں نے تمہاری دعوت کیوں نہیں قبول کی۔

البتہ اگر اس نے دعوت نہیں پہنچائی، نیکی کا حکم نہیں دیا، اور برائی سے نہیں روکا

توضرور اس سے سوال ہوگا، اس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں اور دعوت کی راہ میں ان کوششیں بہترین نمونہ ہیں۔

نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک دعوت دیتے رہے، اس کے باوجود صرف چند لوگ ہی ایمان لائے، دیگر انبیاء کرام نے اپنی پوری زندگی اپنی قوموں کو دعوت دی، کسی کی پوری قوم ایمان لے آئی، کسی کی قوم کے چند افراد ہی ایمان لائے، اور کسی پر ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا۔

اسی طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب کفار کی سختیاں زیادہ ہوگئیں، تو ملک الجبال (پہاڑوں پر متعین فرشتہ) آپ کی خدمت میں آکر اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ ان کفار کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا، بَلْ أَسْتَأْنِي بِهِمْ، أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا".

نہیں! بلکہ میں ان کے لئے مہلت کا خواستگار ہوں، شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سے ایسی نسل پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔

معلوم یہ ہوا کہ کسی بھی صورتحال میں ایک داعی کو رب کی رحمت سے مایوس و محروم نہیں ہونا چاہئے، بلکہ انبیاء کرام کی طرح اپنا فریضہ ایک امید اور آس کے سایہ میں انجام دیتے رہنا چاہئے۔

اسی طرح ایک داعی کو یہ بات ذہن نشیں رکھنی چاہئے کہ اس کا کام ہدایت دینا نہیں فقط دعوت وتبلیغ، ارشاد ورہنمائی اور حق کا ایضاح وبیان ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (النور:۵۴)

سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

ہدایت کو دل میں اتار دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں، دلوں کا مالک اللہ ہے، وہی جسے چاہتا ہے راہ ہدایت کی توفیق دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ (القصص:۵۶)

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمدرد اور غمگسار چچا جناب ابو طالب کا انتقال ہونے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوشش فرمائی کہ چچا جان اپنی زبان سے ایک مرتبہ **لا إله إلا الله** کہہ دیں تاکہ قیامت والے دن میں اللہ سے ان کی مغفرت کی سفارش کرسکوں، لیکن وہاں رؤسائے قریش کی موجودگی کی وجہ سے ابوطالب قبولِ ایمان کی سعادت سے محروم رہ گئے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا بڑا قلق اور صدمہ تھا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واضح کیا کہ آپ کا کام صرف تبلیغ و دعوت اور رہنمائی ہے، لیکن ہدایت کے راستے پر چلا دینا یہ ہمارا کام ہے، ہدایت اسے ہی ملے گی، جسے ہم ہدایت سے نوازنا چاہیں، نا کہ اسے جسے آپ ہدایت پر دیکھنا پسند کریں۔ ①

---

① صحیح البخاری، تفسیر سورۃ القصص

ہماری اہم مطبوعات
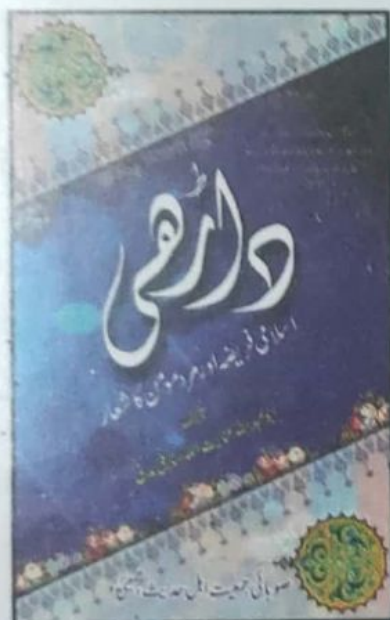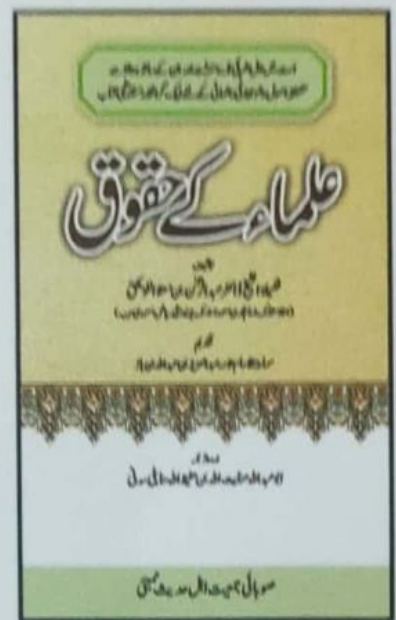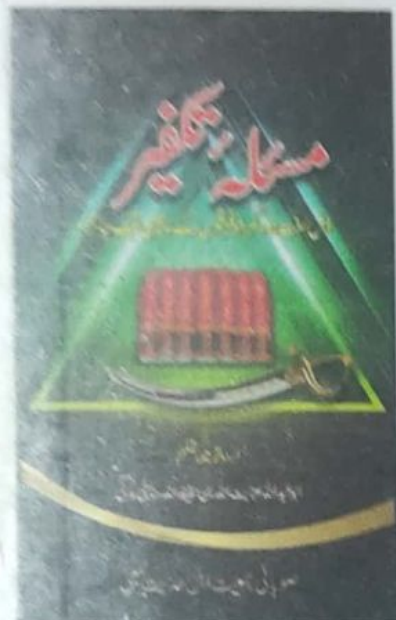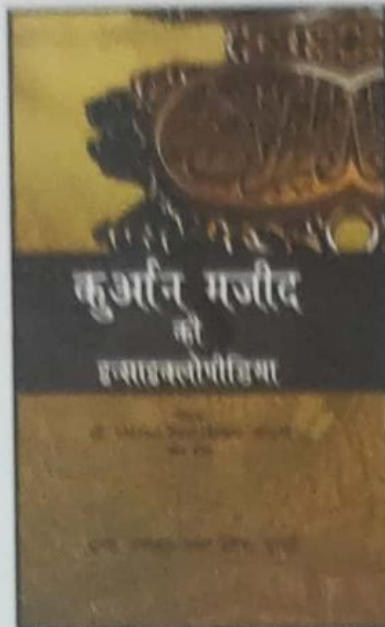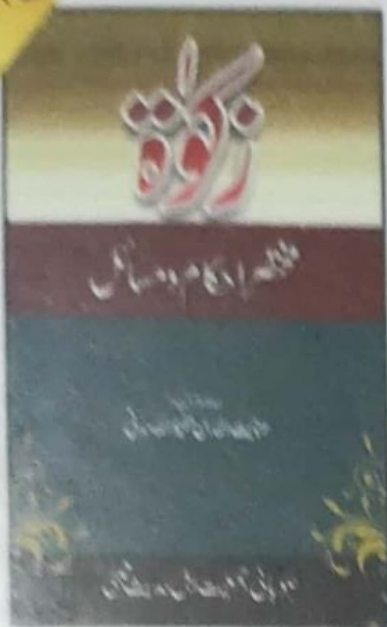
A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400070

• Phone : 022-26520077 ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org